

کے طور پر کیک کو احتیاط سے کاتا۔ ایک مختصر دعا کی اور ہاتھ لرا کر منتظر آنکھوں "پلیز" کہا۔ اس "پلیز" کرنے پر نزدیکی کچی آبادی کے غریب غرباً عیسائی مکین جنہیں چھوڑتے تھے اور اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو بھی مصلی ہی رہتے تھے۔ تو یہ ہالے کرنے ہیند بیگوں اور ذرثی پنک رہبوں والی لیدیاں اور چپڑے ہوئے بالوں اور شیکھی موچھلہ در اوڑی یا بھیل ناک اور ٹھوڑیوں والے بھٹل میں کرمس کیک پر باقاعدہ پل پڑتے۔ راذنی ایک گاؤں فیرنگ پادری تھا اس نے کچی آبادی سے جمع کیے گئے بھیجنے Meek گلے کے سامنے سرمن دینے سے پمشتری ایک کرم کیک وہ عام دنوں میں بھی رکھ اس آسمانی وعدے کے ساتھ کہ یہ سرمن کے بعد سرو ہو گا اور بھیزوں کا گھر آسمانی کی دکاتیوں کی نسبت کرم کیک میں زیادہ وچھپی رکھتا۔ ایک خاکروب، ایک چوڑا کے نزدیک سے گذرتے ہوئے پارسا ذرا پچ کر گذرتے تھے کہ اُس کے لباس کا کوئی انہیں چھوٹا نہ جائے اور تادیر دیکھتے نہ تھے کہ نظریں پلیدند ہو جائیں۔ اتنی عنانتے احترام والا شخص اگر کسی صاف سترے ڈرانگ رومن میں مدعو ہو اور اُسے "آ کھانے کا چانس بھی نصیب ہو جے وہ جھاڑو دیتا ہوا راحت بیکرنی کے شوکیں میں دیکھا اور اگر بالفرض محل اس کی جیب میں اتنی رقم جمع ہو جاوے کہ وہ کیک کھادے تو اُسے طرح کھادے۔ اُسے تو بیکری میں کوئی گھسنے نہیں دیوئے۔ اور صرف سویڈن کا صاحب اُسے قالیں پر بخاکریہ کیک کھلا دے۔

"سوری"۔ "راذنی پیشہ پونچھتا ہوا ایمان کی تازہ کمائی میں مطمئن اُن کی طلاق آگیا۔ مشائلہ نے کچھ نہیں کہا صرف اپنا خالی گلاس بلند کر کے ایک اور "سکل" دیا۔

"سوری"۔ "راذنی ایزبرگ المعرف پو نے پھر کہا اور ٹولنگ رومن میں جا کر کہ بورڈ میں سے تھرے بیزرنگ کی ایک بولٹ اور نکال کر لے آیا۔ اور راذنی ایزبرگ اس نے المعرف پو تھا کہ مشاہد کے ایک اندرین ڈوست نے اُس نے بلند فامتی اور اُس قامتی میں پچ کے نائب سے اُسے ایک لٹکنے سے تشبیہ دی۔ بھی جس کا تیر نرم ہوتا ہے اور وہ آسمانی سے لف جاتا ہے۔

اوتا ہے تو ذرا مھما ہے درد ہر اہو جاتا ہے اور پو کھلاتا ہے۔ راٹنی جلتے  
النکھل کھانا تھا اور دو ہر اہو تھا اور اسی لیے وہ معروف پو تھا۔  
بہر سرما کی پہلی بارش کی بوندا باندی کا آغاز ہو چکا تھا۔

سکن کے ذریعے ان کی موچھوں پر یا گھری سرخ لپ سنکوں پر... اب انہیں  
لے لائیں کے پہلو میں اپنے کچے پیچڑ بھرے نیکتے کوٹھوں میں واپس جانا تھا۔ کرس کے  
نہیں پھر ہی مون ختم ہو چکا تھا۔ انہیں واپس جانا تھا کہ راٹنی، مشائلہ اور صوفی پر بیزار  
پاکستانی بھی منتظر تھے کہ وہ کیک تو کھا جکے ہیں اس لئے — میری کرس — اب  
انہیں اپنی کچھ اور پیچڑ آبادی میں — ان کی ایک خاص بو والی رفاقت تادیر نہیں سکی جا  
تا۔ وہ ذرا صحیحکتے ہوئے آسائش میں ایک اور بس ایک اور سانس لیتے ہوئے، قالین  
ہماری کوپاؤں کی یاد بناتے ہوئے — روشنیوں میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے —  
انہیں — راٹنی کا شکریہ اوکیا — مہربانی جی۔ صاحب جی تھینک یو... تے پہنچی کرس

کرس کا اختتام نہیں ہوا تھا لیکن ان دیکھے جھاڑوؤں پر ان کی گرفت مضبوط  
نہیں کہ یہی اخیر تھا — عیسائی یا مصلی — یہی اخیر تھا۔

وہ سب اس آسائش بھرے گھر کو بھاری قدموں سے خالی کر گئے۔

”سکول —“ راٹنی نے بھی ایک سانس اطمینان کالیا اور وائے کا گلاس انہیا  
ہر سب سے پہلے پاکستانی دوست کے لیے — سکول“

”سکول —“ مشاہد نے اپنے سامنے بیٹھے پڑا عتماد اور پاپو اور پادری کی طرف دیکھ  
لگا۔

اور صرف ایک برس پیشتر —

دھوپ میں جلتے صحن میں کھلے دروازوں کے آگے ایسا دھر خس کی ٹیکیوں پر وہ  
لکھوں بالشی میں سے ڈوٹے بھر بھر کے ڈال رہا تھا تاکہ ان میں مک آوے —  
مذکور جنم یوئے اور اُس کی آپا جی... باجیاں اور مردان آرام سے گرمیوں کی دوپر میں  
پلے یہ ڈیوٹی ابا جی کی ہوتی تھی... ان کی وفات کے بعد، اب اُس کی تھی —

وہ آخری ڈونگا خس کی چک پر نچحاور کر کے اندر جانے کو تھا جب نیچے سے لکشمی  
ننک کے فلیٹ نمبر ۱۷ کے نیچے سے گلی میں سے ایک آواز آئی۔ اُسے شاید ہوا کہ اُس کا

نام لیا گیا ہے لیکن اس دیران گرمی میں کون ہو سکتا تھا اور اُس نے لاپر والی کی لائی  
جانے کو تھا جب ایک اور آواز گرمی اور بخارات کے ساتھ امتحنی ہوئی اس تک پہنچ  
یقیناً کوئی اسے بلاتا تھا۔

اُس نے ان گملوں کے بیچ میں سے جھانک کر دیکھا جن کے بیچ میں سے بڑے  
سے کئی برس پہلے... کئی برس تو نہیں صرف چھ برس پہلے اُسے سمیع کا بھرتا ہوا بن  
تھا — اب وہ پتہ نہیں کہاں تھی... دیاں نئے کرائے دار آپکے تھے۔

بیچے گلی میں ایک غیر ملکی لڑکا منہ کھولے اور دیکھ رہا تھا اور اپر گلوں کے،  
میں سے بیچے دیکھتے مشاہد کو وہ دھوپ کی شدت کی وجہ سے دیکھ نہیں پا رہا تھا۔

وہ باون سیڑھیاں اٹر کر... بیچے چلا گیا "یہس —"

باریش لڑکے کا منہ ابھی تک کھلا تھا... اور وہ اپر دیکھ رہا تھا۔ مشاہد کے!  
کہنے پر چونکا اور اُس کے قریب آگیا "میرا نام راثنی ہے... آئی ایم اے سویڈا —  
آپ ہی مشاہد ہیں؟" "میں ہوں —"

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر —" "اُس لم ڈھینگ راثنی نے کہا۔  
"میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟" مشاہد ابھی تک ذرا صاحب لوگ تھا  
"وہ... کیا یہ ممکن ہے کہ ہم... کسی جگہ اطمینان سے بینھ کربات کر سکیں  
بہت درخواست کرتا ہوا اور لجابت آمیز بیچ میں کہنے لگا۔

"اوپر آ جائیں —" فلیٹ نمبر 17 کی باون سیڑھیاں مٹے لرنے کیے بعد وہ سانس لینے کے لیے لڑکا  
"بہت بلند —"

"جی فرمائیے —" جو نہیں وہ بینھک کے اندر داخل ہوا مشاہد نے پوچھا۔  
"کیا میں — بینھ سکتا ہوں۔"

"بلیز —" "یا آپ امبرتو کو جانتے ہیں؟ وہ اطالوی ہے اور نو ٹھکھم میں آپ کے نام  
رہا ہے —"

"برتو —" ابھی تو ایک برس بھی نہیں گذر ا تھا اور ابھی سے انگلستان رہا

کہم ہن سے اُتنے لگے تھے — ”ہاں امبرتو — میں اُسے جانتا ہوں۔“  
ہنس نے مجھے آپ کا پتہ دیا تھا — ”

مشاہد چپ رہا۔ اتنی گرم دوپر میں ایک باریش غیر ملکی کو وہ کیا کرے۔  
”ٹولی — ” راونی ذرا سا کھانا ”میرا باپ پادری تھا اور میں... میں بھی کسی حد  
تک ایک پر ٹپکر ہوں تو یہاں لاہور میں مجھے ایک سویڈش سکول میں ٹپکر کے طور پر ملازمت  
لئی ہی۔ چنانچہ یوں اب میں ایک پر ٹپکر ٹپکر ہوں یا — ایک ٹپکر ٹپکر ہوں... ہلہلا۔“ اُس  
ذرا افری ہونے کے لیے ایک منقص ساق تقدہ لگایا اور مشاہد کے چڑے پر اُس کی وجہ سے  
کلی تبدیلی نہ پا کر فوراً کہنے لگا ”در اصل میں جانتا نہیں کہ کہاں سے شروع کروں۔“

”کہیں سے بھی — ” مشاہد جلد از جلد اس سویڈش مولوی سے چھکنکارا حاصل  
کرنا چاہتا تھا۔

”امبرتو میرے ایک اطالوی دوست کا کزن ہے اور جب کبھی میں انگلستان جاتا تھا تو  
آن کے ساتھ مذہب پر طویل بحثیں ہوتی تھیں — وہ ایک متعصب یہودی ہے اور میں  
— ” وہ شرمندگی سے مسکرا یا ”میں ایک متعصب عیسائی لیکن ہم ایک دوسرے کا نکتہ نظر  
کلے دل سے سنتے تھے تو اس دوران مجھے یہ ملازمت مل گئی لاہور میں — اور مجھے لاہور  
کے ہائے میں کچھ علم نہ تھا کہ کیا ہے اور کہاں ہے — مجھے لاہور کی بجائے ٹمکٹو کا زیادہ  
چنانچہ میں بت فکر مند تھا — کیا وہاں ہاتھی ہوں گے کیا وہاں بچلی ہے —  
ٹانڈوہاں اور یہ بات میں غیر سمجھدگی سے کہہ رہا ہوں کہ وہاں جنگلی ہوں تو ان کے لیے  
کہہ آئیجے، شوخ لباس یا لاکڑ وغیرہ لے جاؤں انہیں متاثر کرنے کے لیے.... پھر ایک بحث  
کے دروازے میں نے یونہی امبرتو سے تذکرہ کیا تو وہ کھل اٹھا اور کہنے لگا، نو پر ابلم... میں  
ہلہلے ہے — لاہور میں — تو اُس نے مجھے آپ کا ایڈریس دیا تو — کیا آپ مجھے ایک  
مشابہ پانی کا گلاس لے آیا۔

”اُس سے میرا بیٹ تو بخرا ب نہیں ہو گا؟“  
”پتہ نہیں — ”

”سکول — ” اُس نے پانی کا گلاس ڈیک لگا کر پیا اور پتاں پر رکھ دیا۔  
مشابہ ان دونوں ابھی بہت بے سکوان تھا۔ بہت بے سمت اور اکھڑا ہوا تھا — وہ

والد کی موت کے صدمے کے بوجھ تھے — انگلستان سے واپس تو آگیا تھا لیکن ”  
شقافت کی جزیں بہت دور تک جا چکی تھیں اور وہ اپنے آپ کو اُس چار پھر سے میں اُ  
غیر موزوں پاتا تھا۔ بہت جبر کے ساتھ اُس نے گوجرانوالا کی ایک ہوزری نیکنی  
ملازمت کی... چند روز کے لیے اور پھر سوت کے غبار سے، گرمی سے اور ماں کی جا  
سے تنگ آ کر لاہور واپس آگیا۔

مشابہ اُن دنوں بہت بے سکون اُس لیے بھی تھا کہ اُسے اپنے لیزربوکس میں  
ایسا لفافہ دکھائی دیا تھا جس پر انگلستان کے ڈاک ملکت چپاں تھے لیکن اُس میں کوئی نا  
تھا — صرف ایک تصویر تھی... بابو راؤ پیل کی اور — فاطمہ کی!

بابو ایک ملکیست و میں چوڑی بٹھائی سمیت، پورے دانتوں کی مکمل اہم بر  
کیمرے کے لینز میں دیکھتا ہوا اور اُس کے بازو پر ہاتھ رکھے فاطمہ — دلوں کے را  
سفید لباس میں اور وہ بھی کیمرے کے لینز کے اندر، بہت اندر اپنے سیاہ بالوں اور بڑی  
آنکھوں سے دیکھتی اور اتراتی ہوئی۔ لیکن وہ اُس لمحے صرف مشابہ کو دیکھ کر کہ وہی  
— اب تم کیا کہتے ہو؟

تصویر کی پشت پر ایک مختصر عبارت تھی — ہم اب میاں یپوی ہیں۔  
شادی ہندو رواج کے مطابق ہوئی۔ میں اب اُشا ہوں — فاطمہ نہیں — اب تم کیا  
ہو؟

چنانچہ مشابہ اُن دنوں بہت بے سکون تھا۔  
اور اُن بے سکون کیفیت میں اگرچہ یہ لم ڈھینگ لڑکا ایک تازہ ہوا کا جھوٹا  
تھا لیکن ایک فرار ایک تبدیلی ضرور تھا چنانچہ اُس نے کچھ بے جا الفاظ کا اظہار کیا  
اُسے لاہور کے تاریخی مقامات دکھانے پر اصرار کیا۔

”میں بہت زیادہ شکریہ ادا کرتا ہوں —“ راذنی بہت فرمابندرداری سے  
”لیکن پہلے میں... کیتھڈرل اور سینٹ انthonی چرچ دیکھنا پسند کروں گا... اور مجھے معلوم  
ہے کہ وارث روڈ پر ایک پادری تاک نشیری ہے جو شعر بھی کرتا ہے تو... کیا  
ہے؟“

تقریباً ایک برس تک وہ راذنی ایزبرگ کو ایک نومولود بچے کی طرف انداختا  
— اور یہ بچہ ہمکتا ہوا ہمیشہ اُس کا شکر گزار ہوتا — ایک روز یہ بچہ بڑا ہو گیا ”مشابہ“

لہلہ نہیں۔ آئی میں ان پاکستان... یا شامند سوین میں بھی کوئی میرا اتنا زدیک دوست  
دلتی میں میرے والد کے ایک دوست پریس ہیں اور ان کی بیٹی مشاکلہ —  
بھائی کوئی فیصلہ نہیں ہوا لیکن وہ خاص طور پر پاکستان آ رہی ہے اور آپ نے میری  
بیٹلے کی بیٹلے پر پچنے کے لیے — ”  
لاہور ایئر پورٹ ...

ایک بے چین گرمی والی دوپہر میں... اور لوہے کے ایک جنگل کے ادھر آپ ہیں  
لہلہ نہیں وے ہے جس پر جہاز چلا آ رہا ہے اور اُس کے پنکھوں کی ہوا بھی گرم ہے اور  
انہیں ہے کہ آپ کی پتلوں میں اڑسی ہوئی قمیض نکل نکل جاتی ہے۔ اگر آپ زیادہ بے  
نہیں تو وہ تین فٹ کا جنگل پھلانگ کر باسانی جہاز تک چلے جائیں اور اپنے عزیز یا  
بنت کو بھس نہیں بیڑھیوں کے قریب جا کر خوش آمدید کہ لیں... یکیورٹی کا کوئی وجود  
نہیں اور ایئر پورٹ کے راکاؤ کا الہکار آپ کی اس بے چین لاقانونیت کو نظر انداز کر دیں

مشاکلہ، سکینڈے نیوین... بھرے بدن، سحری بالوں اور بے باک مسکراہٹ کا  
لہلہ نہیں

وہ جب ان کی جانب چلتی ہوئی آ رہی تھی تو کچھ مسافر اپنے سفر کو بھول کر اُس  
خیری لڑکی کو دیکھتے تھے جو اپنے متوقع منگیتر کی طرف بڑھ رہی تھی اور متوقع منگیتر کے  
لئے ایک پاکستانی لڑکاؤ سے دیکھتا تھا۔

اس میں... مشاکلہ میں ایک بھوپن اور ایک اوسی تھی جو دل پر فوراً اثر کرتی

”راہنی تم بہت خوش قسمت ہو گے اگر...“

ان کی چرچ ویڈنگ اگرچہ دلتی میں ہوئی لیکن — اُسی روز لاہور والیں — کچھ  
بلاؤ کر رہوئے لائیں کے ساتھ ساتھ چلتی تھی اس کے قریب ایک پڑ آسائش گھر میں  
مکن تھیں سے کاربند اخلاقیات اور کسی بھی اور حقیقت یا یقین سے نا آشنا ناواقف لڑکی

لہلہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک منزل تک پچنے کے مختلف راستے ہوں — نہیں  
لہلہ ایک ہی راستہ ہے — عیماںیت کا — اور وہ بھی ہمارے فرنے کا۔“

”اور تمہارا فرقہ کیا ہے۔“

راذنی ایزبرگ المعروف پواؤ سے بہت عرق ریزی سے سمجھتا کر ہم سمجھتے ہیں کہ روز تیامت حضرت عیسیٰ دنیا کی تمام زبانوں میں گفتگو کریں گے اور ہماری بخشش کا پر بینیں گے اور اس کے علاوہ اگر کوئی شخص کچھ اور یقین رکھتا ہے تو وہ یقیناً غلط راستے پر ہم رہا ہے۔“

”نمیں۔“ مشاہد کبھی سنجیدہ کبھی مسکراتے ہوئے۔ ”پادری جی منزل ایڈر ہے لیکن... راستے مختلف ہیں، عنب، نرم، انسافل اور انگور۔ ترک، یونانی، ایرانی اور پاکستانی ایک ہی شے کی طلب میں ہیں... تکرار اور جھگڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے... رائے جو ہیں اور پہنچنا وہیں ہے۔“

راذنی اس کی لامعی اور سبج راہ روی پر داڑھی سمجھتا اور پھر کف افسوس مٹا۔ اس میں اپنے عقیدے کا استحکام اور ایک خاص معصوم جمالت تھی جو مشاہد کو ہری کرتی۔ کوئی بھی شخص اگر کوئی مدد ہو تو وہ معصوم جمالت سے مبترا نہیں ہوتا۔

اور آج کرمس تھی۔

شر میونخ میں ہی نہیں شر لاہور میں بھی آج کرمس تھی اور مشاہد ایک بیکا پیچیں دسمبر گھر میں گزارنے کی بجائے اُس کے ہاں چلا آیا تھا اور وہاں راذنی کچی آبادی کا بھیزوں کا مجمع لگائے مساڑھا یہ یوں آج آیا۔ الپ رہا تھا اور مشاہدہ بار بار اپنا گلاس اٹھاتی تھی اور اُس کے پیندے کو بغور دیکھ کر میز پر واپس رکھ دیتی تھی۔۔۔

باہر جو سرما کی پیلی بارش ہو رہی تھی اُس میں شور اس لیے بھی کم تھا کہ آس پا۔ آبادی کم تھی اور جو تھی وہ کچھ کوٹھوں کی تھی جن پر بارش بر سے تو شور نہیں کرے آواز گرتی ہے۔ ذیوڈ گل کی بھی آج کرمس تھی لیکن وہ صاحب اور بیگم صاحبہ خبر گیری کے لیے ابھی تک آس پاس منتلا تھا۔ اس منودب منتلا نے اے۔ وائے کا ایک گلاس مل جاتا تھا اور اوون میں مشاہدہ نے ٹولٹن مارکیٹ کی بڑی مارک۔ خرید کی ہوئی جو ٹرکی روست ہونے کے لیے رکھی ہوئی تھی اس میں سے بھی مناب۔ ملنے کی امید تھی لیکن وہ مشاہد کو راذنی صاحب کے دیگر تمام پاکستانی دوستوں کی طرف ناپسند کرتا تھا۔ وہ سویڈش صاحب کی قربت سے اپنے آپ کو مقامی لوگوں سے پرستی سمجھتا تھا۔ مشاہد جب کبھی ملاتے کے لیے آتا تو دروازہ کھلتا اور پہلا تاثر کسی بھی مہمان

لَا آئیں کہنے والا مسکراہت سے لبرز ہوتا لیکن اُسی لمحے ذیوڈ گل کا جبرا اپنے سامنے کسی کی بجائے کالے کو دیکھ کر نک جاتا... صاحب باہر گیا ہے۔ کتنے بجے آئیں گے؟ نہیں۔ اور دروازہ بند۔ لیکن آج ذیوڈ گل بھی دوستانہ موڈ میں تھا کیونکہ رائیں کے علاوہ یہاں آنے سے پیشتراس نے اپنے ریلوے کواز میں مقامی شراب کا ہزار نوش کیا تھا۔ ذیوڈ گل پاکستان ویشن رویز میں خاکروب کا عمد ارکھتا تھا اور پر کے پاس بقول اُس کے "پاٹ شیم" تھا۔

مشالہ کا گلاس چونکہ اب اس کی خواہش کے عین مطابق لبرز ہو چکا تھا اس لئے اُن آنکھوں میں چند ستارے تھے۔ "سو۔۔۔ میل۔۔۔ اب تم شادی کب کر رہے ہیں۔۔۔" گھونٹ بھرنے سے پیشتر دوسرخ رنگ کی لامبی موم بیان روشن کیں، گلاس رکے اس کے اندر لہرس لیتے ہوئے مشروب کو طمانیت سے دیکھا اور کچھ نہیں۔ راذنی نے یہ سوال سن کر داڑھی میں کھجلی کر کے ایک مدیری شکل اختیار کر لی۔ "ہم خود شادی نہیں کرتے۔۔۔"

"ہمیں۔۔۔" مشالہ نے انگلی انھا کر اس کی باک کے عین سامنے لہائی اور پھر تم پرندہ کہنا کہ ایک عدو برائذ تمہارے لیے چنی جائے گی اور تم اُسے دیکھے یا جانے کے ساتھ شادی کر لو گے۔۔۔"

"میں یہی کہہ رہا ہوں۔۔۔"

"ہمیں۔۔۔" مشالہ کی نہیں میں خمار گھلتا تھا۔

الاش کے مدھم شور کے ساتھ بادلوں کی گرج کی گھری گونج ریلوے لائن کے پر رکھتے اس پڑ آسائش گھر کے اندر تک آتی تھی جس کے دروازے کے قریب اب بھی مقامی صاحب کو گورالوگوں کی رفاقت اور دوستانہ رفاقت میں دیکھ کر کچھ

"میری بہنیں بھی ناراض رہتی ہیں لیکن... میرا کوئی مناسب روزگار نہیں ہے۔۔۔ اگر شادی کر لوں تو کھاؤں گا کہاں سے۔۔۔"

"اڑھر آؤ۔۔۔" راذنی نے ایسے کہا جیسے کسی جنگل کو باٹھ میں تھا۔۔۔ ہوئی صلیب اس باتا ہو "اوہھریوٹے برگ میں۔۔۔ وہاں ہوزری کی بہترین مشینری مینو فیکھر ہوتی۔۔۔ اس اڑھر لاؤ اور ادھر ایک فیکھری لگاؤ۔۔۔"

”ہاں — شائد میں ایسا ہی کرو۔“

”لیکن تم یونے برگ تب آو جب ہم وہاں ہوں —“ مشاکلہ کر سمس کے لئے میں کچھ گے کچھ پیسی ہو رہی تھی اور یہ معمول کی بات تھی اور خشگوار بات تھی کہ میں تینوں میں سے کوئی ایک تو تھا جو کر سمس سپرت برقرار رکھے ہوئے تھا — ہاں ذیذ گلہ بھی سپرت اثر کر چکی تھی۔

پانی کے برنسے میں شدت آچکی تھی اسی لیے کال بیل کی آواز اُس میں دلپڑی بہت دور سے آئی۔

اُن تینوں نے اُدھر دیکھا جدھر ڈیوڈ کھرا تھا اور وہ جا چکا تھا — فوراً ہی ایک سے پاؤں تک نچڑتا ہوا شرمندہ ہوتا ہوا مردان اپنے فوجی کٹ بالوں کے کھدرے پر اس سلاتا اندر داخل ہوا اور قالین کو اپنے بدن سے نچڑتے پانی سے بچانے کی خاطر دروازے کے قریب رُک گیا ”ہیلو۔“

”ہیلو —“ راذنی نے انٹھ کر اسے بغور دیکھا اور پھر پہچان گیا ”ویل کم مردان۔“

پلیز کم لان۔“

”تحینک یو لیکن میں بہت زیادہ بھیگا ہوا ہوں اور آئی ایم ساری آپ کا قائم۔“

”ایش کر سمس —“ مشاکلہ پھر نہیں اور اس کی تماستر توجہ ملثی اکیدی کا لیلہ جان لیوا ٹینگ میں سے بیج نکلنے والے اس اکٹے ہوئے صاف اور سیدھے اور بہنڈ سم لڑکے کی طرف مبذول ہو گئی۔ وہ اُسے بہت پُر کشش اور مختلف لگ رہا تھا اور اس کر سمس نائٹ میں... اطلاوی وائٹ کے بعد... متعدد گلاسوں کے بعد آنکھوں میں ظاہر... والے ستاروں کی روشنی میں وہ بہت ہی دل فریب اور دل ملنے والا تھا... اگرچہ کم لہا اور اُس نے ایک چکی بھری ”نیور مائنز دے کارپٹ — آگے آ جاؤ۔“

وہ ذرا جھوکا ”کم آن —“ مشاکلہ نے ہاتھ آگے کر دیا ”کیسر فارس وائٹ۔“

”نو تھینکس — آئی ڈونٹ ڈرنک —“

”ریلی —“ مشاکلہ نے اُس کا ہاتھ تھام کر برابر کے صوفے پر بخواہا۔ الہ بیٹھتے ہی صوفے کی پوشش پانی جذب کرنے لگی اور اُس کا رنگ سیاہ ہونے لگا۔

”تم کیسے آ گئے؟“ مشاکلہ کا الجد اتنا سرد تھا کہ ہر ایک نے اس کی خلکی کو محبت اور مردان جان گیا کہ اُس نے اُس کی آمد کو یہند خیس کیا۔

بھائی جان میں تو... آج قائد اعظم ذے نی چھٹی تھی کیدھی میں اور اس کے دیکھنے کی بھی جڑ گیا تو سب کیدھیں گھروں کو دوڑے... میں بھی... زک پر بیٹھ کر آیا۔ ویک اینڈ بھیں سب فل اور ان میں ماں اور... بھائی بھنوں سے سخت اوس کیدھیں دیکھنے کے لئے تو آپ نہیں تھے۔ آپ جی نے بتایا کہ آپ ادھر ہیں تو میں... بھی نہیں تھے۔ گھر آیا تو آپ نہیں تھے۔ اس کے لئے آپ ادھر ہیں تو میں... بھی نہیں تھے۔ اور تو میں صرف آپ کو ملنے آیا تھا... میں چلتا ہوں — "وہ اٹھا اور اکڑوں پر اپنے بھائی کے لئے کہا۔

"مردان تم ہمارے ساتھ شریک ہونے کے ہو۔" رافنی نے سرہلا یا۔

بھائزے ساتھ کھانا کھاؤ — پلیز" مشاکلہ کا بہت دل چاہ رہا تھا کہ وہ ختم جائے اپنے کے دوران وہ اُس کے ساتھ فلرٹ کرے لیکن ظاہر ایسے ہوا تھا جیسے وہ مشاہد اپنے قریب ہونے کے باوجود ایک فاصلے پر ہے۔

"نوتھیک یو... میں... وہاں بھی ذمہ دار ہے۔ سرسوں کا ساگ آپ جی نے... تو میں

لہوں بھائی جان... "وہ دو تین بار ادھر ادھر جھکا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

مشاکلہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب چلی گئی اور پر دے پر ہاتھ رکھ کر باہر دیکھا۔ شیشوں پر اٹھ کی بوندیں پھسل رہی تھیں اور ان میں موم تیوں کی جملہ لامہت اور باہر کی تاریکی جو بیکھار بھلی کونڈنے سے اٹھ جاتی اور ریلوے لائن اور چند کچے کوٹھے ظاہر ہوتے اور پھر اس اٹھ کی کاپر دہ پھر سے گر جاتا۔ "وہ پتہ نہیں کس مصیبت سے یہاں پہنچا تھا... تم اُسے لے کے لیے کہہ سکتے تھے۔"

"یہ آپ کا گھر ہے۔"

"اوہ کم آن، آج کرمس ہے۔"

آج کرمس ہے اور اس کے باوجود مردان مجھ سے چھوٹا ہے اور ہم دونوں کے لیاں ایک جاپ ہے جو ہم قائم رکھتے ہیں۔"

"اسے ہم مشرقی جاپ بھی کہہ سکتے ہیں۔" مشاکلہ کھڑکی سے الگ ہو کر اُس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"ہاں — ہم اسے قائم رکھتے ہیں۔ ہم دونوں... ایک دوسرے کی موجودگی میں، الگ انہیں گھر میں، بے آرام رہتے۔ وہ مجھ سے بہت اوس تھا میں اُس کی آنکھوں میں کوئی سکھا تھا۔ اور جب اُس نے مجھے یہاں بیٹھے دیکھ لیا تو اُس کی آمد کا مقصد پورا ہو گیا۔

— تو پھر اُسے جانا ہی تھا ۔ ”

راذنی نے ایک مرتبہ پھر داڑھی میں کھلپی کرنا مناسب نہ جانا اور صرف کم سکیر نے پر ہی اکتفا کیا ”اگر میں یہ منطق نہ سمجھ سکوں تو آپ مجھے معاف کر دیجئے لیکن میری ایک خواہش ہے اگر آپ دونوں کو کوئی اعتراض نہ ہو تو...“

”مجھے امید ہے کہ اس خواہش میں میں شامل ہوں گی“ مشاہدہ خوش ہو کر کہ کی پرسٹ میں بتلا ہو کر ذہنی انداز میں نہیں۔ اور وہ بار بار راڑنی کے سامنے ڈراہ تھی، آگے ہوتی تھی اور یوں اُس کا لوئیک لباس اُس کے بدن سے پرے ہوتا تھا اور اُسی بے خوبی پر ماتم کرتا تھا... ”تم جو خواہش کرو گے وہی پاؤ گے راڑنی ڈارنگ۔“

”میری خواہش ہے کہ میں اس مبارک دن کی رات میں — اس بارہ کت را میں کھانے سے پیشتر ایک بار پھر مساذھا یوں آج آیا سی... گاؤں — ہم یتوں پر اُر نازل ہوں گی اس کا مجھے مکمل یقین ہے۔“

وہ دونوں چپ سے ہو گئے تو راڑنی نے پھر کندھے سکیرے ”اگر آپ کی نہیں ہے تو کوئی بات نہیں، میں نہیں گاؤں گا۔“ ”نہیں — مجھے تو کوئی اعتراض نہیں —“ مشاہدہ اس کے سوا اور کیا کہ تھا۔

”اور مجھے بھی — کوئی اعتراض نہیں“ مشاہدہ نے اپنی ماہی کو عیال نہ ہونے لیکن ہار موئیم کے سامنے بیٹھنے سے پیشتر پلیز وائے کی ایک اور بوقت کپ بورڈ میں نکل لاؤ۔ مجھے بہت ضرورت ہے“ راڑنی کچھ دیر آنکھیں نیچی کیے بیٹھا رہا اور جب با اُس کے بولنے میں ناپسندیدگی کے ساتھ الفت بھی تھی ”وائے کے ساتھ تمہاری رفعت مناسب اخلاقیات سے تجاوز کر رہی ہے۔ ایک پریست کی بیٹی...“

”لیکن راڑنی — آج کر سس ہے“ اُس نے پروٹوٹ کیا اور اپنی دائیں <sup>لہو</sup> بائیں پر رکھ کر گویا اپنی ناراضگی کے اظہار کے طور پر ہلانے لگی۔

”ایسی لیے — آج کر سس ہے“ اسی لیے تو میں یوں کی توصیف میں گاہاڑا ہوں... ہم پر برکتوں کا نزول ہو گا مشاہدہ“

”برکتوں کا نزول بعد میں لیکن — پہلے کپ بورڈ کی طرف جاؤ۔“

راڑنی اٹھا... اور اُس نے اپنی بیوی کی محبت میں ایسا ہی کیا۔

ہب میں برکتوں کے نزول کے لیے تیار ہوں — ”مشائلہ نے نئی بوتل کو گھما  
لائیں پڑھا اور سنجیدہ ہو کر اُس کی جانب دیکھنے لگی۔  
راذن نے ہار موئیم کے آگے بیٹھ کر پہلے چھت کی طرف دیکھا۔ پھر کیز پر انگلیاں

<sup>بلیں</sup>  
صلڑھایس عاج آیا سی ...

رحمت دامیسہ درسیا سی ... ہا آ ... ہا آ ... آ

اوہنے کنال ساہنوں ترسیا سی ...

رحمت دامیسہ ... ہا آ ... آ

صلڑھایس عاج ...

رحمت دامیسہ ...

اُس میں سکینڈے نیوین ہُن کی ہرجادو گرنی موجود تھی — اُس کی آنکھیں  
لئیں کی طرح بے جان اور بے بصر نہ تھیں بلکہ آرٹش آنکھوں کی طرح نیلی اور  
آنکھیں... وین آرٹش آرٹش آرٹش... بال صرف بھورے یا راکھ رنگ کے نہ تھے،  
میں دریائے سندھ کی ریت میں جیسے سونے کے ذرے چمکتے ہیں ایسے ایک مسلسل  
ہائی تھا۔ ہونتوں میں ایک خم تھا جو وہ بولتی چلی جاتی اور وہ سیدھا نہ ہوتا جیسے وہ کوئی  
دل تھی۔ لیکن یہ معدود ری ایسی تھی کہ دیکھنے والوں کے لیے اُسے دیکھنا مجبوری بن  
جئی۔ اور پھر اُس کا بدن گویا رافیل کی نیوڈز کی کاپی تھا۔ قدرے موٹاپے پر مائل اور  
سینے پر بال بال بچتا ہوا... اور نسل انسانی کے تسلسل کی صفات... اور اس کے  
دھنپل کے ایک سویڈش چرچ کے سخت تنظیمی ڈھانچے میں ڈھل کر نکلنے والی مشائلہ  
لئیں لڑکی کی طرح اُن چیزوں سے تقریباً نا آشنا رہی تھی جن سے اُس کی ہم وطن بچ  
لائیں سے پاؤں باہر رکھنے کے بعد ہی اپنی من مرضی سے آشنا ہو جاتی تھی۔

گیا وقت کے کسی آئندہ لمحے میں... ڈیلفنی کے اور یکل نے کسی مستقبل کی ہوا پر  
غلامکار... یعنی کیا یہ ممکن تھا کہ مشائلہ ایزبرگ اسی گھر میں اسی صوفے پر اسی انداز  
لائیں ہو گی اور کچھ زیادہ عرصہ بعد نہیں — یہی دو چار برس بعد — اور اُس کے  
ہمارا جادو گری کا صرف شابہ رہ جائے گا... ایک شک ایک سایہ باقی رہ جائے گا — اور  
انگلیاں اور حسن کے سائے میں بے رنگ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقة، لفکتی ہوئی کھال،

ڈبلا اور گھلتا ہوا بیکار بدن اور سینے کے ساتھ لگی ہوئی بے روح چھاتیاں اور نانکر میں اپنے  
دیکھنے سے خوف آؤے بلکہ چہرے کی طرف دیکھ کر نہ صرف خوف آؤے بلکہ انہوں کرنے کو جی چاہوئے۔

ای صوفے پر جماں مشاہد ہے اور راذنی کا مساز ہایسوس کا الائپ سن رہا ہے۔  
صوفے پر دو نوجوان جن کی آنکھوں میں شوت کے سوا کچھ نہ تھا مشاہد کو دیکھ کر ہم  
آسان جنسی ملاب سے بے چین ہوتے ہوئے بیٹھنے ہوں گے اور مشاہد جو انہی پکج دینے  
آیا ہے خجالت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ مشاہد سے کہے گا کہ میں تو تمہیں لاؤ ہو۔  
خوش آمدید کرنے کے لیے آیا تھا مجھے آج ہی راذنی کے خط سے علم ہوا ہے کہ تم لکڑی  
ماہ سے یہاں ہو تو میں نے سوچا... تمہاری پاکستانی بیٹی بریگتا کیسی ہے؟... چلنے لگی ہے۔  
بس یہی پوچھنے آیا تھا کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں.. آئی ایم سوری تم... صرف  
ہو... میں چلتا ہوں۔ اور وہ مشاہد کے بازوں پر سرجنوں کے نشان نظر انداز کرتاں  
نوجوانوں سے آنکھیں ملائے بغیر باہر نکل جاتا ہے۔ صرف وہ دونہ تھے۔ ہر روز شہر  
یہ خبر پھیلتی ہے کہ اپرمال پر ظفر علی روڈ پر ایک پڑ آسائشی گھر میں ریلوے لائن کے برے  
میں کچی آیادی کے سامنے ایک سویڈش خاتون ہے جو سرجنوں کی تمثیلی ہے اور ان کے بے  
بو مزاج یار میں آئے۔

کیا وقت کے کسی آئندہ لمحے میں... کسی مستقبل کی ہوا میں یہ لکھا تھا۔  
لیکن ابھی تو لمبے موجود میں مشاہد کی معصومیت اور جادو گری موجود تھی اور اس  
کی آنکھیں نیلے کائچ کی طرح بے جان اور بے بصر نہ تھیں... مسکراتی تھیں۔ دربا  
ندھ کی ریت میں سونے کے ذروں کا تسلسل تھا اور رافائل کی نیوڈ رائے سے حدمے دیکھتی  
تھیں۔

پانیوں کا بہاؤ چھست پر سے گرتالان کی گھاس میں بے آواز ہوتا تھا۔ بارش میا  
ممکن معلوم نہ ہوتی تھی۔ جیسے یہ سدا جاری رہے گی۔ موسم آب دائی ہو چکا ہے۔  
اب صرف بارش ہے اور بارش ہو گی۔ کہیں کہیں بھلی کاشکارا اور تاریکی کا پرودہ انتہا  
زمین کی صورت اور شکل دکھاتا ہے اور گر جاتا ہے... ذیوڈ گل، ردست زکی،  
سپراوٹس اور کرمس کیک سرو کر کے اور کچن سے ڈائینگ روم میں آتے آتے اپنے  
مناسب مقدار میں چکھ کر۔ اپنے ریلوے کوارٹر میں جا چکا ہے اور یہاں ایک مرتبہ پوری

لہلہ پر باتھ رکھتا ہے۔ مشاکلہ میں خمار کی آنکس ہے اور وہ راذنی کی طرف دیکھتی ہے میں دیکھتا ہوں۔ وہ اٹھتا ہے۔ کیا وقت ہے؟ شامد تین نج رہے ہیں۔ مشاکلہ کا نشہ زینہ بہ زینہ نچے آ رہا ہے اور وہ تحکماوٹ سے مکراتی ہے "اس کون ہو سکتا ہے؟"

— وہ بھی مردان کی طرح نچدا ہوا تھا۔

"میں اس کی بات نہیں سمجھ رہا مثاہد۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ شخص کیا کہہ رہا

وہ بھی مردان کی طرح نچدا ہوا تھا۔ سیاہ رنگت کا ایک عام ساچوڑا جس کے اڑے سے لگتا تھا کہ یہ ابھی ابھی کسی کچڑ بھرے جوہر سے نکل کر ادھر آگیا ہے اور نہ کے منہ سے اور آنکھوں سے سوائے غلیظ بھورے سیاہ بلبلے چھوڑتے کچڑ کی گندگی بالکچھ نہیں نکل رہا۔ اُس نے اگرچہ معزز لگنے کے لیے ایک سفید گزری باندھ رکھی اور اپنی سفید ہوتی موچھوں کو بل دینے کی کوشش میں بے ربط کر لیا تھا لیکن اُس کی پولگی اور ذات کی کینگی اُس پر بوجھ بنی اُسے جھکائے جاتی تھی۔

"صاحب جی اللہ بھاگ لگے رہیں... جی میں کاموئی سے آیا ہوں، عیسائیوں کی گلبے... ابھی ابھی آ رہا ہوں صاحب جی۔ کرایہ بھی ایک یاری بیلی سے پکڑا ہے۔ گریب لہوں۔ یہ سویٹن کا پاڑوی صاحب ادھر ہمارے پاس آتا ہے اور ہمیں یوسوں کی باتیں اپنے اور کرتا ہے کہ جب کبھی گلے کی بھیزوں کو کوئی تکلیف ہو تو اسے آنکر بتا میں... اس آیا ہوں صاحب جی اور مجھے آج بہت تکلیف ہے۔" وہ سردی سے، پالنی کی نہیں سے اور اپنی بے چیشتی سے کانپے چلا جا رہا تھا۔ اُس کی سیاہ نانگیں ناکافی اور گیلی لہماں کچھوں کی طرح دوہری ہوتی جا رہی تھیں اور سوائے اُس کے تکلیلے دانتوں کے اوپر بھی جب وہ بات کرتا تھا تو سوائے اُن کے اور کچھ اُس کی شخصیت میں واضح نہ ہوتا بلکہ لفظ "شخصیت" اُس کے لیے نہ تھا۔

مشاہد نے راذنی سے جو کچھ اُس نے بیان کیا تھا کہہ دیا۔

"ہاں ہاں۔" راذنی نے ایک مذہبی راہنماء کے قدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لکھے سرہلایا اور مزید دانائی سے داڑھی میں سمجھلی کی "اُس کو کیا تکلیف ہے؟"

"مجھے صاحب جی... بہت جو تکلیف ہے تو ایسے ہے کہ میری جنالی نے اکو داری

— یکدم جی.. تین پچھے جن دیکے ہیں۔ ایک تو باہر آتے ہی مر گیا اور مودبٹی میں۔ یہ تو صاحب جی گیارہ پہلے سے ہیں... شیت بارہ ہیں.. تو میری جنائی کا دودھ سوکھ گیا ہے، جو کچھ نہیں.. باقی جو دو ہیں وہ بھی مرنے والے ہیں.. پتہ نہیں اب تک مر گئے ہوں اللہ بھاگ لگائے اس سویٹن والے کو بتاؤ جناب جی کہ مجھے ان کی کوئی لوز نہیں... جی کہ مصیبت ہوتا آجائیں...“

”میں اس کی سوری پر یقین نہیں کر رہا۔“ راذنی نے مشاہد کی طرف دیکھا لوگ اگرچہ میرے گلے میں سے ہیں لیکن مجھ سے پیسے بنونے کے لئے طرح مل کھانیاں تراشتے ہیں.. میں کاموں کی جا کر خود چیک کرتا ہوں۔“

”اس وقت؟“ مشاکلہ نے بیزاری سے بلکہ شدید بیزاری سے کہا۔

”صرف اس لیے کہ وہ سب یسوع کی بھیڑیں ہیں۔“

”لیکن یہ تو کوئی وقت نہیں۔“

”مشاہد — کیا یہ ممکن ہے کہ تم... اور میں بہت شکر گزار ہوں گا کہ تم اتنی“

مشالکے کے پاس بیٹھو... میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔“

اُس سیاہ فام گڈڑی باندھے ہوئے سوکھے اور بے تو قبر بندے نے مشاہد کو ایک دیکھا اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر چلا گیا۔

جب صحیح کا اجالا ہوا اور بارش ہٹم چکی تھی تو دونوں موم بھیاں اپنی بلند قائمی پکھل کر منحصر کرتی میز کی سطح تک آ کر سرد موم کی تہ میں بدل چکی تھیں۔ صحیح کے اجائے میں، تو نے ہم سفر دیکھا۔ چھاؤں کی خلیجیں ہیں.. دھوپ.. جزیرے ہیں۔ جب راذنی کاموں کی سے واپس آیا اور وہ یسوع کی طرح پھیلے ہوئے باخنا میں دو چیخزے سے اٹھائے ہوئے تھا — ”میں یسوع کی ان دونوں مولود بھیڑوں کو کاموں یا کاموں کے سے لے آیا ہوں۔ میں نہ لاتا تو یہ مرجاتیں۔ اٹھو مشاکلہ اسیں دو دھوپ مقدس باب نے تمیس دو بچوں کی ماں بنادیا ہے۔“

سازھا یسوع آج آیا سی۔

ایک Stray Bullet کیا ہے؟

Stray — راہ راست سے ہٹ جانا — گراہ ہو جانا، بھٹکنا، بہک جانا، پچھڑ جانا  
بیکا ہوا، آوارہ، لاوارث، افتاقی — بھولا بھٹکا۔  
Bullet — گولی

صرف ایک گولی اور اُسے کیسے کیسے عارضے لاحق ہو جاتے ہیں۔ راہ راست سے  
جاتا ہے۔ گراہ ہو جاتی ہے۔ بھک، بہک اور پچھڑ جاتی ہے۔ لاوارث ہو جاتی

مجھے کسی بھی تعین پر اختیار نہیں اور یہ کوئی اور میرے راستے بدلتا ہے۔ کسی بھی  
نہیں اس لیے اختیار نہیں کہ وہ راہ راست سے ہٹ چکی ہے۔ اُس نے اللہ کی رسی کو  
ہوشی سے نہیں تھاما اور صراطِ مستقیم سے ہٹ چکی ہے۔

ذیم اسٹ تمہارے گنس میں وہی فلینگ ہوتی ہے جیسے سب کچھ باہر آنے کو ہو  
لے۔ اُس از نو ایسٹ پاکستان — دیرانی اور بہک جانے والی گولی کا منوس ہر جگہ ایسا  
تاہے کہ تمہارے گنس میں وہی قے آور فلینگ کلبلا تی ہے.... جیسور میں؟ — نہیں  
سہمن باریا میں؟ — نہیں...

تاریخ ناظم آباد جاتے ہوئے — لیاقت آباد میں —

سنبل سنانے میں داخل ہو کر اُس کا ایک حصہ بن کر سفر کرتے ہوئے۔ جب کہ  
اللہ اعلیٰ اور منتظر ایک... سڑے بلٹ کے لیے۔

ریڈ اکرٹ ان شی —

نمہب، نسل اور سیاست...

جنگ افیالی حیثیتیں بدل رہی ہیں... کراچی یا بیروت...

ہوا پورب کے رُخ چل رہی ہے

میں اپنا منہ دکن کی طرف موڑ لوں گا۔

کیونکہ ہوانے میرے دماغ کو مردوں کی عفونت سے پریشان کر دیا ہے۔

خلیل جبران میڈیکل کا سٹوڈنٹ نہیں تھا اور اسی لیے اس کے دماغ کو مردا

عفونت پریشان کر دیتی تھی... یہاں سب میڈیکل کے سٹوڈنٹ ہیں۔

لاشیں آغا خان ہسپتال پہنچا دی گئی ہیں۔ براہ کرم تشریف لائیں اور اپنے

عزیز و اقارب کو پہچان کر گھر لے جائیں... مردے کی طرف دھیان دیں خواتین و حضرات

— بلکہ مردوں کی طرف۔

کرفیو تو نہیں تھا۔ ریجنرز کی جیپیں ایک ویران خلا میں ناک کی سیدھی میں چلتی ہیں

تحیں... وہ بھی ہر آہٹ پر ٹھٹھکتی تھیں اور ان میں اپنے ننانے میں بند و روی پوش

قسمت کو کوتے تھے۔ ایک بلند آورش کے لیے قربانی دینے کے لیے ضروری ہے کہ ان

کی نشاندہی ہو — بلکہ آورش کی نشاندہی ہو جائے تو بھی کوئی مصالحتہ نہیں۔ پریمال

کیا ہے؟ — راہ راست سے ہٹ جانا... گمراہ ہو جانا — بہک جانا۔

اور کون بہک جانے والے کے راستے میں آئے... نہ جنت میں قیام نصیب ہوا

نہ قبروں میں رزق ملے۔

لیکن — ذیوٹی اڑ ذیوٹی ذیم اٹ... ریٹارڈ جرزل صاحب کمال... ریجنرز کے

دستے کے درمیان میں ویرانی اور ننانے میں کوئی بہکنے والی آواز کے لیے چوکس

لگائے... ناٹ دس ناٹم یو راسکلن۔ وہاں سکن نہیں آسکتی تھی اور ہم گھرے ہوئے غ

اور یوں بھی ان کے خون میں میر جعفریت تھی... سراج الدولیت کے بارے میں

مناسب ہے۔ لیکن یہاں... نو وے... ناٹ دس ناٹم یو راسکلن...

زادہ کالیے کی گرینڈ پارٹی کا پینگ اور اب تک تو نہیں چل سکتا تھا۔

رہا تھا۔ بے شک ایک گرینڈ پارٹی سوائے اُس سی ذی باشڑ کے... صاحب کمال جی کا

ان نوتوں کی ایک گزی تو ان گشتوں پر دار دیکھ مجھ پر احسان ہو گا... میری خوشی کا

خیال تیجھے... اور وہ ذیم نوٹس بیلی کا پروں کی طرح الگ الگ دھیرے دھیرے دھیرے

تھے... اور نیچے بنگل نہ تھا پیکنگ کی پتائیاں تھیں۔

زر میں اور زخمی جوان سر —

چکھ مضاائقہ نہیں۔ اس لیے کہ ریکارڈ پر تاریخ کے صفحات پر کچھ درج نہیں  
اور بیشتر ایکپریس کے مرذر میں تمام مسافر شامل ہیں اس لیے کون درج کرے گا  
کون۔ سب نے اپنے اپنے حصے کے وار کئے تھے۔ اپنے خلاف کون گواہی درج  
کرنے پر کافی کافند کو رے کے کورے رہتے ہیں۔ اس لیے کچھ مضاائقہ نہیں۔ برا کے  
لئے بیکاروں پر ہیلی کاپڑ کا سایہ لا لھتا ہوا چلا جا رہا تھا اور چھپے بہت پیچھے نہیں اور زخمی  
تھے جنہیں آثار کروہ سوار ہو گیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مستقبل میں کافند کو رے رہیں  
وں تھے۔

ویرانی میں سڑکیں کتنی دسیع اور فراخ ہو جاتی ہیں۔  
اس وسعت میں ایک سفید فوکس واگن کھڑی تھی۔

کانوائے روک گیا۔

تمام آنکھیں اُس مینڈک نما پرانی کار پر روکتی گئیں جو گھری خاموشی میں۔ سکوت  
میں تھی۔ گویا اُس کے وہاں ہونے سے یہ خاموشی تھی۔ سکوت تھا۔ وہ نہ ہوتی تو وہاں  
پورے غوغاء ہوتا اور شہر کی ٹرینیک روائی دوائی رہتی۔  
اُس میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

کانوائے تب تک روکا رہا اور صاحب کمال کا سانس بھی جب تک کہ فوکس واگن  
کے پیچھے ہیں سے کسی نے سر اٹھا کر روکے ہوئے کانوائے کو خوف سے نہ دیکھا۔  
آنہوں نے کچھ توقف کیا۔ اگر کچھ ہونا تھا تو اس وقتو میں ہو سکتا تھا۔ لیکن  
کچھ نہ ہوا۔ اس لیے صاحب کمال جیپ سے اُترا۔ اُسے اتنے برس گذرنے کے  
لئے ایک ایسا چھوایشن کی عادت تھی۔ یہ بھی ایک ایسی چھوایشن ہو سکتی تھی۔ لیکن  
لے جیپ سے اُترا۔

فوکس واگن کے انجن پر سے سر اٹھائے سیاہ آنکھوں والی ایک دھان پان لڑکی نے  
اسے اپنی طرف آئتے دیکھا تو اُس کی آنکھیں حیرت اور شرمندگی سے مزید کھل گئیں۔

”یہ گل لیڈی، کین آئی یہ پ ٹو؟“

صاحب کمال کے پیچھے ہتھیاروں کی بستات پورے منظر میں سیاہی کو زیادہ نمایاں کر  
لے تھی۔ اس کے باوجود یہ ایک پر نیکٹ ایمبوش چھوایشن تھی۔  
”جی۔“ یہ گل لیڈی کے ہاتھ میں متعدد تاریں تھیں اور اُبھی ہوئی تھیں اور

اُس کے گندی چرے پر کمیں اُس کی اپنی انگلیوں کے نشان سیاہی میں ثبت تھے۔ مگر کلاسیوں اور فقرے حضرات کے لیے فوکسی سے بہتر اور کوئی کار نہیں سر۔ مرفزار کا الیکٹرک سٹم بندے کو ذلیل و خوار کرتا ہے... تو یہ ابھی ابھی... کھڑی ہو گئی ہے پر نہیں کوئی تار کھاں سے پلت پڑی ہے۔“

صاحبِ کمال نے گردن موڑ کر ہتھیاروں کی سیاہی کے پس منظر کو دیکھا اور اپنے میں سے ہی ایم ای کا ایک ریناڑہ حوالدار آگئے آگیا۔ حوالدار شاہ زمان کی ایک عمر فوجہیں نیم لفظیوں کی فوکسیوں کی تاریں مرمت کرتے اور بیٹریاں درست کرتے گذری تھیں اسی لئے وہ آگے آیا اور انجن پر جھکا، چند تاروں کو ادھر ادھر جوڑ کر اور انہیں تھپک کر پہنچا ہٹ گیا۔“ سر شارت کریں۔“ اُس نے یہ یہدی سے کہا۔

سر، یعنی یہ یہدی نے ایک بھیکی سی مکراہٹ حوالدار کی جانب دکھائی اور فرزد سیٹ پر بیٹھ کر ایک مرتبہ پھر چالی گھنائی... اُس کی کلامی دُکھنے کو آئی تھی اسے گھام گھاڑا لیکن اس بار فوکسی کا انجن زندہ ہو کر پھر پھر لگا۔ اُس کے چرے پر ایک ایسی طلباء اور مرتضیٰ آئی جس نے چند لمحے پیشتر کی مکمل بے بسی اور خوفزدگی کو بھلا دیا۔

”تھیک یو سر۔“

صاحبِ کمال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جب یہ یہدی نے، تھیک یو کہ اُس کے بدن کے ان گنت پڑزوں میں سے ایک پڑزہ جھٹکے کے ساتھ ڈکا اور فوراً پھر چلنے لگا لیکن اُس ایک لمحے کے روکنے میں، اُس سکوت میں شکلیں اور صورتیں نقش ہوئیں جو بُتی تھیں اور بُتی تھیں اور پھر بُتی تھیں اور وہ بست کوشش کرتا تھا کہ وہ نہ میں ادا۔ انہیں مسلسل اور غور سے دیکھ کر جان لے کہ یہ کس کی اور کھاں کی شکلیں تھیں۔ لیکن وہ غور کرنے سے پیشتر ہی بُت جاتی تھیں اور کاغذ کورا ہوا جاتا تھا۔

”لیں حالات میں تمہیں گھر سے نہیں نکلنا چاہئے یہ یہدی یہدی۔“

یہ یہدی کے سلونے چرے اور ہونتوں پر دانتوں کی سفیدی نمایاں ہوئی۔“ اوم ہمیشہ ایسے ہی حالات ہوتے ہیں سر۔ فائل ایرے ہے۔ آئی کافٹ انورڈ نو میں کلاسز...“

”فائل ایرے؟“

”جی سر۔ آغا خان یونیورسٹی میڈیکل کالج...“

”اُو جو۔ ذاکر ان دے میکنگ۔“

”بچر ان دے میکنگ سر۔ ڈلی آر آل بچر ز۔“

یہک لیڈی نے مزید مذاکرات فضول سمجھے کہ ان کے دوران فوکسی ایک مرتبہ پھر  
ماں روک دینے والی پھٹ پھٹ کر کے خاموش ہو سکتی تھی اور وہ ایکسل شردا کردا توں  
اندھی نہیاں کرتی ہوئی ہاتھ ہلا کر چلی گئی۔

صاحب مکمل وہیں ایمپوس پچوالیش میں تادیر کھڑا رہا۔ اُس کے عقب میں رینجرز  
ہو ہوں مظفریں ہتھیاروں کی سیاہی بھر رہے تھے اور بے راہ رو، بھٹک اور بھک جانے  
ہاؤں کی ججھک میں بھتا کھڑے تھے صرف اپنے اندر یہ سوال دو ہرائے جاتے تھے کہ یہ  
ایہیں سے ہلتا کیوں نہیں۔ واپس اپنی جیپ میں جا کر کیوں نہیں بیٹھتا۔ یہاں کھڑا  
اُن معدوم ہوتے ہوئے فوکس و اگن کے نقطے کی جانب کیوں تکے جا رہا ہے۔

ڈلی آر آل بچر ز۔

وہ پُر زہ ایک لمحے کے لیے پھر سے تھے تو شکل دکھائی دے۔

یہک لیڈی کی فوکس و اگن لیاقت آباد کے ننانے میں اور ایک مکمل ویرانی میں  
بند رکھائی دیتی رہی، وہ دیکھتا رہا۔

”مرُدے کی طرف دھیان دیں خواتین و حضرات۔“

فادر ملین کی بو میں ڈالی سیکشن ہاں میں، ہر مرُدے پر دو دو سر بھلکے رہے اور ان میں  
لانے بھی پکھ نہ کہا۔ کسی بھی رد عمل کا اظہار نہ کیا کیونکہ وہ مرُدے کی طرف  
بلاؤسے رہے تھے۔

واہ۔ ”صباحت بیگم نے حسب عادت زبان سے ایک پناہ سا چلایا اور یہ ایک  
لامہ کا پناہ تھا کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ اُس کی، مرُدے کی طرف دھیان دیں خواتین  
لہٰن، کی درخواست کے رہی ایکشن میں کوئی نہ کوئی بچر پکھ نہ کچھ کہے گا۔ اور  
لہٰن کہونہ کہا اور سب اپنے مرُدے یا مرُدے کے کسی حصے پر بھلکے رہے۔  
سہ لوگ بمشکل پہنچے۔

جو شر میں طاعون کی طرح پھیلتی تھی وہ اُس میں سے گزر کر بمشکل یہاں  
ان کے حواس پر ابھی تک اُس ننانے کی چپ تھی جس میں سے گزر کر وہ